eISSN: 2073-3674
pISSN:1991-7813

CC BY
OPEN ACCESS JOURNAL

ڈپٹی نذیر احمد اور مرزا فرحت اللہ بیگ کے کرداروں میں دہلوی تہذیب وثقافت (تقابلی جائزہ)

Dehlavi Civilization and Culture in the Roles of Deputy Nazir Ahmed and Mirza Farhatullah Baig (Comparative Review)

محمد خورشید علی، سکالر پی۔ایچ۔ڈی، شعبہ اُردو، بہاءالدین زکریایونیورسٹی، ملتان

Muhammad Khurshid Ali, Ph.D Scholar, Dept. of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan.

ڈاکٹر فرزانہ کوکب، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، بہاءالدین زکریایونیورسٹی، ملتان
Dr. Farzana Kokab, Associate Professor, Dept. of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan.

Abstract

Deputy Nazir Ahmed (۱۸۳۱ - ۱۹۱۲) is an Urdu novelist. He is known and regarded the pioneer of Urdu novel. But he is also a humorist and in his novels he presented culture of Dehli by created some characters, especially his humorous character "Mirza Zahir Dar Baig" is well known and popular. Mirza Farhatullah Baig (۱۸۸۴ -۱۹۴۷) is an essay writer and humorist he created some humorous characters in his essays and presented culture of Dehli by them. This article is a comparative study of Nazir Ahmad and Farhatullah Baig. The present study discusses highlights and investigates culture of Dehli by humorous characters.

Key Words: Deputy Nazir Ahmad, Civilization and Culture, Farhatullah Baig, Characters, Dehli

کلیدی الفاظ: ڈپٹی نذیر احمد، تہذیب وثقافت، فرحت اللہ بیگ، کردار، دہلی۔

ادیب فنکار مختلف طریقوں سے تہذیب و ثقافت کو بیان کرتے ہیں اِن سے یہ توقعات وابستہ ہوتی ہیں کہ وہ معاشرے کی اصلاح کا بیڑہ اُٹھائیں گے اب یہ ان پر منحصر ہے کہ وہ اپنے وقت اور عہد کے معاشرتی حقائق اور سماج کے اصلی خدوخال کو دیانتداری کے ساتھ پیش کرتے ہیں یا حق اور سچ کی وادی سے دور کسی باطل کی نگری میں اپنا قیام کرتے ہیں۔ ادیب کا فرض تو یہ ہے کہ اپنے ماحول کے فنی تصورات، علامات، اقدار، روایات اور فکری سرمایہ سے فائدہ اُٹھائے اور معاشرے میں موجود رسم و رواج، اقدار و معیار، اعتقادات یعنی تہذیب و ثقافت کو ادبی فن پاروں کے ذریعے پیش کر دے اُس کی تخلیقات میں اس کے معاشرہ کی ثقافت کی عکاسی ہو، معاشرتی زندگی کی مختلف سطحوں کی جھلک ہو، معاشرے کی روایات، ملبوسات اور آداب نشست و برخاست ہوں، ادیب کا فن پارہ یا تخلیق معاشرے کی طرز زیست کو ہمارے سامنے لانے میں کامیاب ہو جائے تو گویا ادیب نے بہت حد تک اپنا کام کر دکھایا اُس کے تخلیق کردہ ادب کے ذریعے معاشرہ میں سدھار آجائے تو مسائل کا حل ادب اور ادیب نے فراہم کیا۔ ادیب معاشرے کے ہر پہلو کو پیش نہیں کر سکتا وہ معاشرے کے صرف اُن طبقات یا پہلوؤں کو پیش کر سکتا ہے جو اس کے دائرہ عمل یا احاطہ تجربات میں آئیں اس کے باوجود یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ کسی بھی معاشرہ و ثقافت کا سب سے اچھا مبصر اور نقاد اس عہد کا ادیب ہوتا ہے جو مختلف طریقوں سے (اپنی تخلیقات) کے ذریعے معاشرے کی ثقافت کو صفحہ قرطاس پر پھیلا دیتا ہے۔

ایک زمانے یا ایک ہی علاقے کی طرز معاشرت، رہن سہن، رسم و رواج معاشرتی، مذہبی یا ثقافتی پہلوؤں کو مختلف ادیب مختلف طریقوں سے دیکھتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں کہ دہلی سے تعلق رکھنے والے دو ادیب جن کا تعلق اُستاد اور شاگرد کا بھی ہے اپنے علاقے یعنی دہلی کی زوال پذیر تہذیب و ثقافت کو اپنے فن پاروں میں کیسے اور کن کن طریقوں سے پیش کرتے ہیں۔ اُستاد اور شاگرد یعنی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی (۱۸۳۱ء تا ۱۹۱۲ء) اور مرزا فرحت اللہ بیگ (۱۸۸۳ء تا ۱۹۴۷ء) دونوں کا تعلق دہلی سے رہا اس لیے اِن کو دہلی کے روڑے کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ ڈپٹی نذیر احمد ایک بہت بڑے ادیب، ناول نگار، عالم دین، خطیب، مقرر، مترجم قرآن، ظرافت نگار، شاعر، مبلغ اور زندہ دل انسان تھے جبکہ مرزا فرحت اللہ بیگ بھی اپنی ذات میں ایک دبستان تھے وہ شاعر، مترجم، خاکہ نگار، انشائیہ نگار، محقق اور نقاد کے علاوہ بلند پایہ کے مضمون نگار اور مزاح نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ دونوں نے دہلوی زندگی کو

اپنی تحریروں میں بیان کیا ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد ناول نگاری کے قطب ہیں مرزا فرحت اللہ مضمون نگاری کے بادشاہ ہیں دونوں کے ہاں ظرافت اور مزاح کے ذریعے تہذیب و ثقافت کو پیش کیا گیا ہے۔ اُنہوں نے مزاح کے دوسرے حربوں کے علاوہ کردار نگاری کے ذریعہ دہلوی زندگی کی بھرپور عکاسی کی ہے اِن کی کردار نگاری کا تقابلی جائزہ میں تہذیب و ثقافت کی پیش کش کا تجزیاتی پہلو سامنے رکھیں تو واضح فرق سامنے آتے ہیں۔ برمحل ہو گا اگر تہذیب و ثقافت کا مفہوم واضح کر لیا جائے۔ "تہذیب" عربی کا لفظ ہے اس کے معنی مختلف لغات میں مختلف درج ہیں کفایت اُردو میں تہذیب کے معنی:

1۔ شائستگی، خوش اخلاقی، انسانیت، آدمیت، شرافت، اہلیت لیاقت۔
2۔ آراستگی، صفائی، پاکی، درستگی، اصلاح۔
3۔ سوسائٹی کے اُصول اور رسم و رواج (1)

فیروز اللغات کے مطابق:

1۔ آراستگی، خوش اخلاقی، جمع تہذیبوں۔(2)

تہذیب کسی گروہ انسانی کے زندگی بسر کرنے کا طریقہ ہے۔ معاشرے کی طرز بودوباش، رسومات، فن تعمیر، ادب، مصوری، موسیقی، فنون لطیفہ تہذیب میں شامل کی جاسکتی ہیں، تہذیب معاشرہ کی روح ہوتی ہے۔ معاشرہ لوگوں کے گروہ کا نام ہے اور وہ گروہ مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم ہو اور مزید یہ کہ یہ گروہ مشترکہ قوانین، روایات اور رسم و رواج کی پابندی کرتا ہو اور ان میں تہذیبی و ثقافتی، اخلاقی و روحانی، سیاسی، معاشرتی سرگرمیاں منظم یا غیر منظم طور پر جاری ہوں بہرحال تہذیب معاشرے کے لوگوں کے باہمی میل جول اور رکھ رکھاو کے طریقوں اور سلیقوں کا اظہار ہے، تہذیب ایک "ہمہ گیر اسلوب زیست" کا نام ہے۔

ثقافت عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مادہ ث ق ف (ثقف) ہے جس کا مطلب زیرکی، دانائی کسی کام کرنے میں صداقت و مہارت ہے۔ مختلف لغات میں عقل مند ہونا، نیک ہونا، کسی طبقے کی تہذیب، تمدن، کلچر اس کے علاوہ پاکیزہ کرنا، درست کرنا ہے۔ دنیا میں موجود ہر معاشرہ اپنی ثقافت رکھتا ہے جو اس معاشرے کے افراد کو راہ عمل فراہم کرتی ہے اس میں اقدار، عقائد، رسم و رواج اور معمولات شامل ہیں ثقافت کی بدولت معاشرے کی دُنیا میں ایک پہچان ہوتی ہے۔ ثقافت میں وقت کے ساتھ تبدیلیوں کا رونما ہونا پایا جاتا ہے۔ نئے علوم،

اقدار، رسم ورواج اپنی جگہ بنالیتے ہیں اور پُرانے رسم ورواج ختم ہو جاتے ہیں ثقافت کا عروج و زوال وقت کے ساتھ ساتھ جاری رہتا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی "پاکستانی کلچر" میں ثقافت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"میں نے لفظ ثقافت اور تہذیب کے معنی کو یکجا کر کے ان کے لیے ایک لفظ کلچر کا استعمال کیا ہے جس میں تہذیب و ثقافت دونوں کے مفاہم شامل ہیں اس کے معنی یہ ہوئے کہ کلچر ایک ایسا لفظ ہے جو زندگی کی ساری سرگرمیوں خواہ وہ ذہنی ہوں یا جسمانی، خارجی ہوں یا داخلی احاطہ کرتی ہے"(3)

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر قوم کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں جو رسم ورواج، اخلاق و عادات، مذہبی عقائد، ذہنی رجحانات اور طرز معاشرت ہے وہ ثقافت میں شامل ہے۔ ثقافت میں کسی ملک یا علاقے کے مخصوص حالات، جغرافیائی کیفیت، باشندوں کی ذہنی و جسمانی خصوصیات، مذہبی عقائد، تاریخی و سیاسی ارتقاء، اقتصادی حالت اور تہذیبی اثرات کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ثقافت قوم کی خصوصیات اور ملکی حالات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ ثقافت کو ذہنی رویہ، ذہنی وصف کہا جا سکتا ہے اور یہ زندگی گزارنے کا فن کے مترادف ہے۔ اگر کہا جائے کہ ثقافت ہمیں انسان بناتی ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ مغربی معاشرے میں عورت کو دیکھتے ہی ہیٹ سر سے اُٹھا کر تعظیم دینا مغربی سوسائٹی کا ثقافتی وصف ہے اسی طرح شادی بیاہ کی رسوم، مہندی، چوتھی، ولیمہ وغیرہ ثقافت میں شامل ہیں ثقافت انسان کے باہمی تعامل کا نام ہے اس سے معاشرہ کی پہچان ہوتی ہے۔ڈاکٹر عبادت بریلوی کے مطابق:

"ثقافت میں رہن سہن، آداب معاشرت اور ذہنی و فکری ماحول کی چلتی پھرتی تصویریں بے نقاب نظر آتی ہیں" (۴)

ثقافت سے مراد کسی معاشرے کا طرز تمدن ہے اس میں زندگی کے تمام تر یعنی اقتصادی، سیاسی، جذباتی اور جمالیاتی پہلو شامل ہیں زندگی گزارنے کے مجموعی سلیقے کو ثقافت کہتے ہیں۔

"دلّی" عالم میں انتخاب یہ شہر ہندوستان کا دِل ہے اس شہر کی تہذیب وثقافت، علم و فن اور زبان و ادب کو پورے ملک کی نمائندگی کا شرف حاصل ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد اور مرزا فرحت اللہ بیگ نے اپنی تحریروں میں دِلی کی چلتی پھرتی زندگی دکھائی ہے۔

دونوں ادیبوں کے ہاں کردار نگاری کی بہترین مثالیں ہیں ان کرداروں کو اُنہوں نے حقیقت کا روپ دیا ہے۔ دونوں ادیبوں کی کردار نگاری کو الگ الگ تجزیہ کی کسوٹی پر پرکھ کر دونوں کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے دور کی دلی کو کرداروں کے

ذریعے کس نظر سے دیکھا ہے۔ پہلے اُردو کے اولین ناول نگار، خوش مذاق، صوم و صلوۃ کے پابند، نیک، وضع دار، امانت دار، ایماندار، مرنجان مرنج ڈپٹی نذیر احمد کی کرداری نگاری میں تہذیب و ثقافت کی جھلکیاں دیکھتے ہیں وہ تعلیم و تربیت کے لیے دہلی تشریف لائے اور پنجابی کٹڑے کی مسجد میں رہے، دہلی کالج میں مولانا محمد حسین آزاد، مولوی ذکاء اللہ، پیارے لال آشوب اور سرسید احمد خاں کے ساتھ تعلیم کے مراحل طے کیے۔ نذیر احمد ایک مبلغ، مصلح اور مذہبی آدمی تھے لکھنے کا آغاز ناول سے کیا، حکایات، مذہبی کتابیں، درسی کتابیں، خطوط، شاعری اور لیکچرز بھی تحریری شکل میں موجود ہیں بلند پایہ انشاپرداز ہیں ان کی تحریروں میں ظریفانہ رنگ ہے۔ ان کے فن کا کمال یہ ہے کہ اپنی سادگی، بے تکلفی، بے ساختگی، شوخی اور تمسخر سے بوریت کا احساس تک نہیں ہونے دیتے تھے بذلہ سنج اور حاضر جواب تھے۔ نذیر احمد نے اصلاحی ناول لکھے ان کے ذہن میں معاشرتی اصلاح کا ایک پروگرام تھا ان کی تحریریں ظرافت سے بھرپور ضرور ہیں لیکن ہر تحریر کا کوئی مقصد کوئی مشن ہوتا تھا ان کے تخلیق کردہ کردار خاص طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ انیس ناگی نذیر احمد کے کرداروں کے متعلق لکھتے ہیں:

"وہ اپنے ہر ناول کی بنیاد کسی نہ کسی ایک معاشرتی، تمدنی یا مذہبی مسئلے پر رکھتے ہیں اور اس کو بنیاد بنا کر مختلف کردار اور واردات کا تانا بانا تیار کرتے ہیں" (5)

نذیر احمد کے کردار اپنے تمدنی دور کی روداد لیے ہوئے ہیں ان کے کردار برصغیر کے مسلم معاشرے کے اک خاص طبقے کے نمائندہ ہیں۔ وہ ان کرداروں کے ذریعے معاشرے میں نقائص انسانی، سماجی، تمدنی، اخلاقی و سیاسی غرض ہر قسم کے نقائص کو مٹانا چاہتے ہیں۔ ان کے کردار دہلوی معاشرت کے عکاس ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں کی تہذیب نے مسلم معاشرہ کی ثقافت میں جو تبدیلیاں کیں اور مسلمان گھرانوں نے انگریزوں کی تقلید میں جو حماقتیں کیں، مسلمان کی تہذیب و ثقافت پر انگریزی کلچر نے جو اثرات ڈالے، اِن کی تحریروں سے واضح ہوتے ہیں۔ دہلوی معاشرت انگریزوں کے رنگ ڈھنگ پر چلنے لگی یا یوں کہہ لیں کے ہندوستان اپنی ثقافت کو پس پشت ڈال کر انگریزیت پر چلنے لگا تھا ایسے ماحول میں نذیر احمد نے مذہب سے دور ہونے والی قوم کے لیے اصلاح کا بیڑہ اُٹھایا۔ اُنہوں نے اپنے کرداروں کے ذریعے دہلوی زندگی کے سچ کو بیان کیا اور کرداروں کی چال ڈھال ایسی بنا دی کہ وہ معاشرہ کی عکاسی کریں، کرداروں کے خدوخال ایسے بنائے کہ وہ حقیقی زندگی کے قریب تر ہو گئے۔

وزیر آغا ان کو کرداروں کی کامیابی پر اس طرح مبارکباد دیتے ہیں:

"یوں تو ظرافت کے چھینٹے نذیر احمد کی تقریباً تمام تصانیف میں ملتے ہیں لیکن کہیں کہیں ان کا رنگ قدرے شوخ بھی ہو گیا ہے ایسے موقعوں پر مولوی صاحب واقعہ

اور کردار سے بھی مزاح پیدا کرتے ہیں اور ایک حد تک کامیاب ہو جاتے ہیں''(6)

ان کے تخلیق کردہ کردار بدلی ہوئی ہندوستانی ثقافت کو بیان کرتے ہیں۔ اُردو کا پہلا ناول مراۃ العروس ۱۸۶۹ میں منظر عام پر آیا اس کے کردار دور اندیش خاں۔۔۔۔اس کے چار بچے اکبری، خیر اندیش، اصغری، مال اندیش ہیں، محمد عاقل (اکبری کا شوہر)، ماما عظمت (گھریلو ملازمہ مکار، عیار، شاطر، دغا بازہ فریبی)، زلفن، چنیا (مطلبی دوستیں / بے ایمان)، میرن (لوٹ مار کرنے والا)، کفایت النساء، دیانت النساء (ایماندار گھریلو ملازمہ)، حجن کٹنی (عیاریوں سے لوٹ مار کرنے والی) حسن آرا، جہاں آرا (بدسلیقہ لڑکیاں)، محمودہ (اصغری اور اکبری کی نیند)، سلطانہ بیگم، زمانی بیگم، تماشا خانم، لال ہزاری مل مہاجن وغیرہ ہر کردار ایک خاص طبقہ کی نمائندگی کرتا ہے نذیر احمد نے اس ناول کے ذریعے تعلیم نسواں پر زور دیا ہے دلی میں عورتوں کے پڑھنے لکھنے کا رواج نہیں تھا ان پڑھ ہونے کی وجہ سے عورتیں جاہل گنوار تھیں اور مصیبتوں میں مبتلا رہتیں تھیں، ایسی عورتوں کے گھریلو کاموں کے متعلق لکھتے ہیں:

"کوئی گوٹا بنتی، کوئی ٹوپیاں کاڑھتی، یہاں تک کہ کوئی مصیبت کی ماری ماں چرخہ کاٹ کر چکی پیس کر ماماگیری کر کے بچوں کو پالتی ہے''(7)

دلی میں جو تقریبات منائی جاتی تھیں اُن میں چھٹی، دودھ چٹائی، کھیر چٹائی، بسم اللہ، روزہ، منگنی، عیدی، سانونی، محرم کی قفلیاں اور گوٹا، تیر تیوہار، ساچق، برسات، نہیواڑ، بیاہ، چوتھی کی رسم اہم ہیں۔ نذیر احمد عورتوں کی جہالت اور گنوارپن کا رج کر ذکر کرتے ہیں وہ ان کی ذہنی کیفیت کو بیان کرتے ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُس وقت معاشرہ میں عورت کی سوچ فکر اور علم کا معیار کیا تھا عورتوں کا توہمات اور غلط عقائد اپنانا اُن کی کم علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں ٹونے ٹوٹکوں کے ذریعے شوہروں کو تابع کرنا، دوستی کرنا، دُشمنی کرنا، محبوب کو راہ راست پر لانا، ساس سے چھٹکارہ پانا جیسی بے بنیاد باتیں رائج تھیں۔ دیکھیے دلی کی شادی اور رسموں کا حال:

"ٹونے ٹوٹکے اس غرض سے نکلے ہیں کہ میاں مطیع و فرمانبردار رہے، کہیں تو دلہن کی جوتی پر کاجل پاڑ کر میاں کے سُر مالگایا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے عمر بھر جوتیاں کھاتے رہے اور چوں نہ کرے، کہیں نہاتے وقت دُلہن کے پاؤں کے انگوٹھے کے تلے بیڑا رکھا جاتا ہے اور میاں کو کھلایا جاتا ہے اس کے یہ معنی کہ پیروں پڑتا رہے"۔(8)

دلی کی تہذیب وثقافت وہاں کی طرز زیست کا ایک نمونہ اصغری کی ساس کی زبانی سُنیے:

"اصغری کی ساس: تمہارے سسرے کا بھی یہ کہنا ہے کہ شب برات کا حلوہ، عید کی سویاں، بیوی کا کونڈا، منت، عرش، قبروں کی چادر، پنکھا، بسنت، پھول والوں کی سیر، سلطان جی کی سترھویں، سہر النگنا، منڈھا، نوبت نقارہ، ڈھولک، ماچق، آرائش، مولوی تو سب ہی چیزوں کو منع کرتے ہیں یہ کم بخت دُنیا بھی تو نہیں چھوڑی جاتی" (9)

حجن بی مکاری اور عیاری کے سہارے سادہ لوح اور ان پڑھ عورتوں کو لوٹتی ہے وہ تیر کاٹ اور مختلف چیزوں سے بیوقوف عورتوں کو پھسلاتی ہے۔ وہ مکارہ تعویز گنڈے بنوانے کے بہانے گھر کا صفایا کرتی ہے۔ دلی کی عورتیں فرسودہ رسومات کو اپنائے ہوئے تھیں۔ پیر فقیروں کے دربار پر جانا، منتیں مانگنا، تعویز گنڈے، ٹونے ٹوٹکے ان کی خصلت میں تھے، جاہل اور کم عقل مائیں اولاد کے ہر مرض کو نظر گزار اور پر چھانواں، آسیب سمجھ کر بجائے دوا کے جھاڑ پھونک کر اُتار کیا کرتی تھی۔ میرن کا کردار شاطر، بدمعاش اور چور لفنگے لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے۔

ماما عظمت کا کردار ایک چالاک، مکار، فریبی، دغا باز گھریلو ملازمہ کا ہے جو گھر کے سودا سلف سے مختلف طریقوں سے پیسے بچاتی ہے، گھر کی چیزیں چُرانا اور گھر میں لڑائی کرانا اُس کی اضافی خوبیاں ہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد نے مراۃ العروس اصلاح نسواں کے لیے تخلیق کیا اس ناول کے کردار دہلوی زندگی کے جیتے جاگتے کردار ہیں ان کرداروں کے ذریعے عورتوں کے رہن سہن، گھریلو زندگی کے حالات، ازدواجی زندگی کے مسائل، مختلف تقریبات، رسومات، ذہنی اور نفسیاتی کیفیتیں بیان کی ہیں۔ بنات النعش ۱۸۷۳ء میں شائع ہوا اس ناول کا موضوع تھامس ڈے کے قصے "سینڈ فورڈ اینڈ مرٹن" سے اخذ ہے اس ناول کا اہم کردار حسن آراء ہے اس کے علاوہ محمودہ، دیانت النساء، ہوشمند اور چند دیگر ضمنی کرداروں کے ذریعے اس وقت کے ماحول کو پیش کیا ہے، لوگوں کی سوچ، تخیلات، نفسیات اور تہذیب و تمدن کو اُنہوں نے چھوٹے چھوٹے کرداروں کے مکالموں کے ذریعہ اُجاگر کیا ہے۔ نذیر احمد بچپن میں مسجد کی تعلیم کے دوران گھر گھر جا کر روٹیاں مانگتے تھے، عورتوں کی زندگی کو قریب سے دیکھنے ان کی گفتگو سننے لڑائی جھگڑا دیکھنے اور دوسری چیزوں کے مشاہدہ کی وجہ سے عورتوں کے لب و لہجہ سے واقف تھے اور عورتوں کی زبان اور محاوروں پر دسترس تھی۔ اس ناول کے کرداروں کے ذریعے معاشرے میں ظاہر داری، نمود و نمائش، تصنع، بناوٹ، دکھاوا جیسی بری عادتوں کی نشاندہی کی گئی ہے سوسائٹی کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ دُنیاداری کو خوشامدی اور بناوٹی اُصولوں پر چلاتے تھے اور چاند گرہن اور سورج گرہن کو خدا کے عذاب سے تعبیر کرتے تھے چھوٹی عمر میں لڑکیوں کی شادی کرا دینے کی رسم تھی۔ ۱۸۸۵ء میں توبۃ النصوح کے نام سے منظر عام پر

آنے والا ناول میں مسلمانوں کو مذہب سے بیگانہ ہونے پر دوبارہ اس کی طرف راغب کرتے نظر آتے ہیں۔ غلط رسم ورواج، مغربی تہذیب کی اندھی تقلید، توہم پرستی جیسی برائیوں سے معاشرہ کو آگاہ کیا وہ مذہبی تعلیم کو ضروری سمجھتے، قدمت پرستی سے نفرت کرتے اور جدید سائنسی علوم کو ترقی کا ذریعہ قرار دیتے تھے اس ناول کے نمایاں کردار نصوح، فہمیدہ ان دونوں کے بچے کلیم، علیم، سلیم، نعیمہ، حمیدہ ان کے علاوہ معاشرے کے چند کردار جیسے صالحہ، فطرت، ظاہر دار بیگ ہیں، "کلیم" کے کردار کے ذریعے دہلی تہذیب کی مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کا ذکر کیا نوجوانوں کے مشاغل شطرنج، گنجفہ، چوسر، کبوتر بازی، پتنگ بازی کا تذکرہ، "کلیم" بے فکرے نوجوان نسل طبقے کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس وقت کے نوجوانوں کے کھیلوں کا ذکر ملاحظہ ہو:

> "صبح کا اُٹھا اور کبوتر کو لیے باپ دادا کا نام اچھالنے کوٹھے پر چڑھا، عصر کے بعد سے پھر کوٹھا ہے اور کنکوا ہے۔ شام ہوئی شطرنج بچھائی اتوار کو مدرسے سے چھٹی ہوئی تو بٹیریں لڑائیں۔(10)

"نعمیہ" کا کردار بھی کلیم سے ملتا جلتا ہے جو مذہبی، اخلاقی، معاشرتی روایات سے منحرف ہوتی ہے، شوخ، چنچل، تیز طرار نعیمہ مسلمانوں گھرانوں کی لاڈ پیار سے بگڑی لڑکیوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ علیم، سلیم، حمیدہ ایسے سلجھے ہوئے بچوں کے کردار ہیں جو آج بھی مسلم گھرانوں میں موجود ہیں صالحہ ایک ضمنی کردار ہے اور اسم بامسمیٰ ہے جبکہ اس ناول کے دو اہم کردار "فطرت" اور "ظاہر دار بیگ" ہیں معاشرے میں موجود ظاہر داری اور نمود و نمائش کو اِن کرداروں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ "فطرت"، عیاری اور دغابازی سے کام لے کر کلیم سے زمین اپنے نام کرواتا ہے جبکہ "ظاہر دار بیگ" ایک ریاکار، مطلبی، موقع پرست اور خوشامدی انسان ہے وہ غریب ہو کر امیروں کے چونچلے کرنا چاہتا ہے اپنی چرب زبانی کی بدولت دوسروں کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ وہ تخیلاتی زندگی نہیں جی رہا وہ حقیقت کی دُنیا کا نمائندہ کردار ہے اس کی ظاہر پرستی، اس کی خوشامدی باتیں، دغابازی کرنا، زوال پذیر دہلوی معاشرت کو پیش کرتا ہے۔ وہ کسی رئیس زادے کی طرح آتا ہے اور اپنا جھوٹا بھرم قائم رکھتا ہے۔ اس کردار کے متعلق اشفاق احمد ورک کی رائے ہے:

> "مرزا ظاہر دار بیگ کی صورت میں اُنہوں نے اُردو ادب کو ایک زندہ کردار عطا کیا ہے جو اس زمانے کی معاشرتی زندگی کی تصویر بھی ہے"۔(11)

قدم قدم پر جھوٹ، ہر لمحہ فریب، ہر وقت دھوکا، لحظہ بہ لحظہ نیا حربہ، نئی چال، مطلب پرستی یہ ہے، ظاہر دار کی زندگی، اس کی مہذب ریاکاری حقیقت کے قریب ہے۔ آج

کے اس ترقی یافتہ اور ٹیکنالوجی کے دور میں بھی نئے رنگ اور نئے بہروپ کے ساتھ ہمارے اردگرد ہمارے معاشرے میں ظاہر دار بیگ کسی نئے نام اور نئے حلیے کے ساتھ موجود ہے۔ نذیر احمد نے اس کردار کے ذریعے ایک پورے مطلبی طبقے کی نمائندگی کی ہے اس کردار کی خاصیت یہ بھی ہے کہ اردو ادب میں مزاحیہ کردار نگاری میں اس کو اولیت حاصل ہے اس سے پہلے داستانوں میں کچھ مزاحیہ کردار ضرور ہیں جیسے "عمروعیار" لیکن داستان کی فضا سے نکل کر حقیقی زندگی کے زیادہ قریب یہ ناول کا مزاحیہ کردار ہے اور دہلوی معاشرہ کا سچا عکاس۔ "فسانہ مبتلا" کے کرداروں میں مبتلا، ہریالی، میر تقی، سید حاضر، عارف، ماماخاتون، اہم ہیں عورتوں کی جاہلیت اور نکاح کے بارے میں مردوں کی آزادی اس کا موضوع ہے۔ ماما خاتون کا کردار ماماعظمت سے مطابقت رکھتا ہے۔ "ابن الوقت "۱۸۸۸ء کو شائع ہوا اس کے کرداروں میں ابن الوقت، حجتہ السلام، مسٹر شارپ، مسٹر نوبل، جانثار کے ذریعے مسلم معاشرت کو پیش کیا ہے اورانگریزوں کے مراسم، عادات، خیالات، افعال، اقوال، حرکات، سکنات کے بارے میں بھی سیر حاصل بحث ہے۔ ناول "ایامی" میں آزادی بیگم بیوہ عورتوں کی نمائندگی کرتی ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد کے تمام کردار اسم با مسمیٰ ہیں وہ کرداروں کو فرشتہ بنا کر پیش کرتے ہیں یا شیطان، انہوں نے کرداروں کے ذریعے دہلوی زندگی کی خوبیوں اور خامیوں کو بیان کیا ہے، مغربی تہذیب وتمدن، انگریزی رنگ ڈھنگ، معاشرتی سماجی اور ثقافتی چیزیں، مسلم معاشرت اس کی تہذیب، بودوباش، طرز رہن سہن، ذہنوں کی کیفیات، مکروفریب، دکھاوا جو کہ زوال پذیر مسلم ثقافت میں بہت زیادہ تھا کرداروں کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ عبد اللہ یوسف کی ان کے بارے میں یہ رائے معتبر ہے:

> "انہوں نے اصلاح معاشرت کے خیال سے ناول بھی لکھے لیکن ان کے طرز تحریر میں ثقافت اور پند آموزی کی خصوصیات پائی جاتی تھی"(12)

مرزا فرحت اللہ بیگ نے مزاحیہ انداز کو اپنا کر ہر موضوع پر قلم اٹھایا اور اپنا لوہا منوایا وہ خوش بیان، خوش دماغ، خوش زبان، خوش فکر، خوش سخن اور خوش گفتار انسان تھے۔ ان کی نثر سلاست، شگفتگی، ظرافت، حسن اور عظمت کا مرقع ہے مزاح نگاری ان کا فن ہے مرزا فرحت نے جس زمانے میں ہوش سنبھالا اس وقت مغلیہ سلطنت کا سورج غروب ہو چکا تھا اس کی تہذیب وتمدن کا خون ہو رہا تھا۔ مغلیہ سلطنت کی جگہ انگریز حکومت نے لے لی تھی اسلامی تہذیب وتمدن کا چراغ بجھنے لگا تھا اور مغربی تہذیب کا اثر نفوذ بڑھنے لگا تھا بالخصوص نئی نسل اس سے بے حد متاثر ہو رہی تھی۔ مرزا فرحت اللہ بیگ جدید علوم سے بہرہ ور تھے پھر

بھی وہ مشرقیت کے دلدادہ تھے۔ دہلوی تہذیب کے ثناخواں رہے اور اس تہذیب کے نقوش کو محفوظ کرنے میں بہت مستعد تھے انہوں نے مضامین میں کرداروں کے ذریعے دہلوی ثقافت کو پیش کر کے دہلویت کو زندہ جاوید بنا دیا۔ دہلی میں رہے وہاں سے تعلیم حاصل کی عربی کے مضمون میں مولوی نذیر احمد کی شاگردی نصیب ہوئی۔ چادر گھاٹ ہائی سکول میں مدرس کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کرنے والا شیشن جج کے عہدے تک پہنچا۔ ان کا قلم ہر موضوع پر چلا اور چلتا چلا گیا سوانح حیات، قصہ، افسانہ، ادبی تنقید، سماجی اصلاح، سیاسی نظریے، سیر و سیاحت الغرض انسانی زندگی کے ہر پہلو کو انہوں نے اپنے خاص رنگ میں پیش کیا" الم نشرح" کے نام سے لکھنے والا یہ مزاح نگار اپنی تحریروں میں نئی اور پرانی دہلی کی تہذیب و ثقافت کو سمائے ہوئے ہے۔ ان کے کرداروں میں دہلوی زندگی سانس لے رہی ہے اور یہ کردار دہلوی زندگی کے آئینہ دار ہیں وہ ایک باقاعدہ مزاح نگار ہیں اور مزاح کی داغ بیل ہی انہوں نے ڈالی ہے:

> " خوش مذاقی کی سڑک کی داغ بیل، مجھ جیسے گم نام شخص کے ہاتھوں ڈلوائی گئی"(13)

خوش مذاقی، شگفتہ بیانی، شوخ طبعی کے عمدہ نمونوں نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگادیئے آپ کی نثر میں بے ساختگی اور فطری پن، اختصار اور جامعیت ہے عدالتی آدمی تھے اس لیے اکثر تحریروں میں کرداروں کے ذریعے عدالتی زندگی ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ " ایک نواب صاحب کی ڈائری کے پراگندہ صفحے" میں نواب اسد یار خان جن کو عوام نے "نواب کتے مار خان" کا خطاب دیا اس کردار کے ذریعے وکیلوں پر بھرپور طنز کیا گیا ہے اور لوگوں کے گھٹیا رویوں کی نشاندہی کی ہے "تم رعایا کے مکانات سے میونسپل کمیٹی ٹیکس وصول کرتی ہے مگر جو جائیداد خود میونسپل کمیٹی کی ہے اس پر ہاؤس ٹیکس نہیں لیا جاتا" وکیلوں کی کم ظرفی کے متعلق اس کردار کے کالمات ہیں کہ " مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں ان کو حلوے مانڈے سے کام" اس مزاحیہ کردار کے ذریعے عدالتی نظام مجسٹریوں، مقدمہ بازوں، وکیلوں کی حقیقی تصویر دیکھائی گئی ہے۔ " کل کا گھوڑا" میں دو کردار مسٹر مور اور مسٹر کل کے ذریعے معاشرہ کی نفسانفسی اور اخباروں کے جھوٹے بیانات اور مالکان کے رویوں کی عکاسی ہے۔ بادشاہوں کے مشاغل کا نقشہ بھی کھینچا گیا ہے:

"جہاں تک نظر جاتی تھی آدمی ہی آدمی تھے بادشاہ سلامت بھی مع خاندان شاہی کے رونق افروز تھے تمام گھوڑے یکے بعد دیگرے ان کے سامنے سے گزارے گئے"(14)

فرحت اللہ کا کمال یہ ہے کہ وہ عوامی زندگی کے ساتھ ساتھ شہزادوں اور بادشاہوں کی زندگی کا نقشہ بھی پیش کر دیتے ہیں ان کے مشاغل روز مرہ کے کام کاج اور لاپروائیاں بیان کر کے اس دور کو سامنے لے آتے ہیں۔ حوادث زمانے کے ہاتھوں دلی شہر تاراج ہو چکا تھا مرہٹوں، پٹھانوں اور جٹوں نے جو زور مارا تو انگریزوں کے ہاتھوں آکر اس کی بنیادیں ہل گئی اور دلی کا نقشہ ہی بدل گیا مگر ان حالات میں بھی ان کی آنکھیں نہ کھلیں اور وہ عیش و عشرت میں پڑے رہے بٹیر بازی، مرغ بازی، پتنگ بازی چل رہی تھی۔ شان و شوکت کی نمود و نمائش عروج پر تھی رات کو مشعلیں، لالٹینیں، گلاس، ہانڈیاں، فانوس اور دیوار گیریاں جلائی جاتی تھی آتش بازی کے مہنگے اور انوکھے طریقے اسی وقت کی دین ہیں "پھول والوں کی سیر" میں جگہ جگہ مغلیہ سلطنت کی شان و شوکت اور بادشاہوں اور اور شہزادوں کی لاپرواہی ان کی سواروں کے ٹھاٹ، عمارتوں اور فضول چیزوں پر بے دریغ پیسوں کا خرچ کا رونا رویا گیا ہے "پرانی اور نئی تہذیب کی ٹکر" میں نواب زادوں اور رئیسوں کی امیرانہ زندگی کی عکاسی ہے۔ دقیانوسی خیالات اور عیش پرستی کی بدولت وہ اعلیٰ تعلیم سے محروم رہتے ہیں مصاحبوں اور خوشامدیوں کی چاپلوسی کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ جلد دوم کے مضمون "غلام" میں گھریلو ملازمین کی عادات کو بیان کیا گیا ہے اور امیروں اور رئیسوں کے ملازمین پر ظلم و ستم کو بھی بتایا ہے۔ اس مضمون میں "ماما" کا کردار مولوی نذیر احمد کے تخلیق کردہ کردار "ماما عظمت" سے مماثلت رکھتا ہے ۔"صاحب بہادر" مضمون میں صاحب بہادر کا کردار نئی تہذیب کی بدلتی ہوئی اقدار کو پیش کرتا ہے اس کردار کے ذریعے انگریزی طرز معاشرت اختیار کرنے والوں کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ یہاں بھی ہمیں نذیر احمد کا "ابن الوقت" یاد آتا ہے۔ جو ہندوستانی وضع قطع چھوڑ کر ان کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ اندھی انگریزی معاشرت کی تقلید اس کے لیے رسوائی کا سبب بنتی ہے۔ اس انگریزی تہذیب کو اپنانے کیلئے اس دور میں خوشامد خوروں اور خوشامدیوں کا طبقہ وجود میں آگیا تھا اس کے بارے میں ایک کردار کے ذریعے کہلواتے ہیں کہ:

"بیٹا جو لوگ نیچے کھڑے پھونکیں مار رہے ہیں یہ خوشامدی ہیں اور جو ہوا میں اڑ رہے ہیں وہ خوشامد خورے جب تک خوشامدی ان کی چاپلوسی میں ترقی دیکھیں گے اس وقت تک ان کو یونہی پھونکیں مار مار کے اُڑاتے رہیں گے۔۔۔ یہ خوشامدی بڑے پختہ کار ہوتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ کسی خوشامد خورے کا وقت آلگا تو جھٹ ادھر ادھر ہو جاتے ہیں"(۱۵)

یہاں بھی ڈپٹی نذیر احمد بیگ کا مشہور مزاحیہ کردار "مرزا ظاہر دار بیگ" یاد آتا ہے خوشامدی، مطلب پرستی، چاپلوسی، مکاری، عیاری کا مرقع وہی حالت وہی انداز وہی بیان یعنی دونوں ادیب (نذیر احمد، فرحت اللہ) سوسائٹی کو ایک ہی طرح سے دیکھ رہے تھے۔ ریاکاری، دکھاوا، انسانیت کی حدوں سے نکل کر مادیت پسندی ان کا ٹھکانہ تھا۔

"فرمانبردار بیٹا" میں بادشاہوں کی اندرونی زندگی کی جھلک اور حرم سرا کا تذکرہ ہے اور لونڈیوں میں پائی جانے والی عیاریاں اور ہوشیاریوں کا دلچسپ بیان ہے۔ دہلوی زندگی وہاں کی تہذیب و ثقافت اور تاریخ وتمدن کے بیسویں پہلو ہیں شاہی دربار کے آداب و قواعد، دلی کے گلی کوچے، قدیم عمارات، تاریخی مساجد، دلی کی ٹکسالی زبان، مخصوص رسم ورواج، معاشرتی طور طریقے، مشاعرے، میلے ٹھیلے مرزا فرحت نے کرداروں کے ذریعے ان کی عکاسی کی ہے جلد سوم میں شامل مضمون "بہرا" میں بہرا کا کردار بھی گھریلو ملازمین کی عیاریوں اور چالاکیوں کی داستان ہے اس کردار کے ذریعے فرحت اللہ بیگ انگریزوں کے ذہنی رویوں کو بھی پیش کرتا ہے "آیا اماں" کا کردار پھر ہمیں نذیر احمد کے کردار "ماما عظمت" کی یاد دلاتا ہے بعض کردار ہو بہو نذیر احمد کی نقل محسوس ہوتے ہیں۔ فرحت اللہ بیگ کا مضمون "نئی دہلی" ان کے مشہور مزاحیہ کردار "مرزا چھکڑا" کی دلچسپ گفتگو، خوبصورت مکالمے، مزاحیہ حرکات جہاں دلچسپی کا سامان مہیا کرتی ہیں وہاں اس کردار کے ذریعے دہلی کی حالت ہمارے سامنے آتی ہے خاص کر رنڈیوں کی حالت اور مروت کا بیان رنڈیوں کے کوٹھے کی صورتحال "مرزا چھکڑا" کی زبانی ملاحظہ ہو:

> "نہ وہ اللہ دی نمازی آباد والی رہی نہ نور جہاں، نہ وہ حشمت ہے نہ میرٹھ والی زینن،
> ---نہ سلام نہ مزاج پرسی، نہ پان ہے نہ چھالیہ، جاتے ہی مطلب کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں"(۱۶)

اس کردار کے ذریعے گانے کی محفلوں، بازاروں کی حالت دہلی کے لوگوں کے مشاغل ہمارے سامنے آتے ہیں "شریف لوگ سفید براق پہنے، موتیا کے گجرے گلے میں ڈالے، مولسری کی لڑیاں ہاتھوں میں لپیٹے سڑک پر ٹہل رہے ہیں" رنڈی کی زندگی دہلوی تہذیب کا نمونہ تھیں آداب مجلس، بننا سنورنا، سلیقہ قرینہ مہذب دہلی والوں نے رنڈیوں سے سیکھا۔ اس کردار کے ذریعے دہلی کی معاشرت، لباس، رسم ورواج اور رہن سہن کے طریقوں کو پیش کیا گیا ہے۔ مرزا چھکڑا نے پرانی دہلی اور نئی دہلی کا تجزیہ کیا ہے اور انگریزی سلطنت کے قیام سے معاشرت میں جو تبدیلیاں ہوئی اور مسلمان کس طرح اپنی تہذیب وثقافت کو چھوڑ کر انگریزی طرز زیست کو اپنانے لگے ان کا بیان بھی ہے "آزاد لگارستان اور دادا جان" میں ایک

مزاحیہ کردار "داداجان" کے ذریعے تہذیب وثقافت کی پیش کش ہے پارلیمان کے اندر کا ماحول اور گفتگو اور داداجان کی عجیب وغریب حرکات، جوتیاں بغل میں دبانا، عورتوں کی گیلری میں گھسنا، کم عقلی اور کم علمی کی بدولت سارے ماحول کو مضحکہ خیز بنادیتا ہے ایک ڈرامائی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور قاری ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے۔ پارلیمنٹ ممبرز کی حرکات، وزیر مالیہ کی چالاکیاں، پارلیمان میں شرابیوں کی موجودگی اور بہت سے دوسرے نقائص کو پیش کیا گیا ہے۔ رشید احمد صدیقی فرحت اللہ بیگ کے متعلق لکھتے ہیں:

"وہ مشرقی آدمی ہیں اور ان کا مزاح بھی مشرقی انداز کا ہے"(۱۷)

"میاں وحشت" کا مزاحیہ کردار بھی لوگوں کے ذہنی رویوں پر روشنی ڈالتا ہے مولویوں کی "ظاہر کچھ باطن کچھ" کی حالات پر طنز، ہندوستانیوں کے طرز معاشرت اور لباس کا بیان، غیر مناسب اور ریاکاری والے رویے اس کردار کے ذریعے پیش کیے گئے ہیں "نواب عاشق حسین" کا کردار بڑھاپے میں عشق لڑانے والے لوگوں کے ذہنی کیفیات کا عکاس ہے وہاں کے نیم حکیم لوگوں کا تذکرہ جن کے پاس ہر مرض کی دوائیں تھیں اور تو اور "عشق کی گولیاں" بھی ایجاد کر چکے تھے۔ ایسے حالات دہلی کی عیاشی والی زندگی کی طرف اشارے ہیں ۔"دیور بیگمان خوار" میں تحصیلدار کا کردار ناجائز طریقوں سے پیسے کمانا، عیاشی کرنا، شان وشوکت بڑھانا غریبوں میں نام پیدا کرنے کیلئے پیسے کا ضیاع کا نوحہ ہے۔ "عالی جناب تحصیلدار صاحب دامہ اقبالہم" میں صبغت العلی "گپو میاں" کا کردار بھی معاشرے میں موجود تحصیلداروں کی فضول خرچیوں اور عیاشیوں کا تذکرہ لیے ہوئے ہے اور اکثر دہلی کی تقریبات اور رسم ورواج کو بیان کرتا ہے۔ پیری فقیری آسیبی باتیں، اہلکاروں کی عیارانہ چالیں، بھنگ اور افہیم کے نشے دہلوی زندگی کے نمونے ہیں اور اسی سال کی عمر میں چودہ سال کی بیوی کے خواب عیاشی کا بیان ہے معاشرے کے مکروہ چہرے سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ گھریلو زندگی کے بیان جو نذیر احمد کی تحریروں میں بھی بھرے پڑے ہیں فرحت اللہ بیگ کے ہاں بھی ملتے ہیں۔ فرحت اللہ بیگ کا مضمون "میری بیوی" ایک وفادار، سلیقہ مند، مہذب، کفایت شعار اور ساتھ دینے والی مشرقی بیوی کا کردار اور گھروں کی اندرونی حالات کا بیان ہے۔ "میاں افتخار" کا کردار تحصیلدار کا ہو بہو نقشہ ہے میاں افتخار ایک رئیس زادے اور بے فکرے انسان کو پیش کرتا ہے جو آٹھ دس عشق کر چکے ہیں یہ کردار ہمیں شفیق الرحمان کے مزاحیہ کردار "شیطان" کی یاد دلاتا ہے جو بار بار عشق کرتا ہے۔ دہلوی معاشرت اور رئیس زادوں کی عادات کو فرحت اللہ نے اس کردار کے ذریعے پیش کیا ہے۔

فرحت اللہ بیگ کے ڈراما "خان بہادر" میں مظفر کا کردار جو دنیا دار ہو کر جینا چاہتا ہے جھوٹی شان و شوکت کا خواں ہے۔ اس کے بیٹے خلیل کا کردار معاشرہ میں موجود دھوکے باز لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے اس کی بیٹی "شمیمہ" بھی ہوشیار، چالاک اور پیسوں کی لالچی ہے اس کا انجام برا ہوتا ہے۔ اس ڈرامے میں مجید (ڈاکٹر گردی) اور فرزانہ (گھریلو ملازمہ) کے کردار نہایت جاندار ہیں جو ریاکاری اور فریب کے بل بوتے پر گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ہیں۔ اگر تجزیاتی حوالے سے دیکھیں تو "ڈاکٹر گردی "کا کردار نذیر احمد کے تخلیق کردہ کردار" ظاہر دار بیگ "کا چربہ ہے۔ فرزانہ کا کردار ماما عظمت سے مماثلت رکھتا ہے، اختر صاحب کا کردار نذیر احمد کے حجتہ السلام کا چربہ معلوم ہوتا ہے۔ دہلوی معاشرے کی ریاکاری، دھوکے بازی، نمود و نمائش اور دولت کی ہوس کا کھلے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

مرزا فرحت اللہ بیگ دہلی کے باشندے ہیں اُنہوں نے اپنی تحریروں میں کرداروں کے ذریعے دہلوی زندگی کو پیش کیا ہے۔ اُن کے چھوٹے چھوٹے کردار چند لمحوں کے مہمان ہوتے ہیں وہ نذیر احمد کے کرداروں کی طرح لمبے لمبے لیکچر نہیں دیتے بلکہ اپنی بات کہہ کر چلتے بنتے ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد اور فرحت اللہ بیگ کے کردار دہلی کی زبان، اہل دہلی کے رنگ ڈھنگ آداب معاشرت، رسم و رواج اور طرز زیست کو پیش کرتے ہیں۔ دہلی والوں کے لباس، وضع قطع، اُٹھنے بیٹھنے کے طریقے مجالس کے طور طریقے، مغلیہ دور حکومت کے نمونے، درباروں کے حالات، بادشاہوں شہزادوں اور بیگمات کا رہن سہن، عوام کی کیفیات، ذہنی رویے بیان کر کے اپنی تہذیبی اور ثقافتی پہچان بناتے ہیں۔ رجب علی بیگ سرور، پنڈت رتن ناتھ سرشار، منشی سجاد حسین کے کرداروں کا مطالعہ کریں تو اُن کے کردار لکھنؤ کی زندگی اور تہذیب و ثقافت کو پیش کرتے ہیں۔ اس طرح نذیر احمد اور فرحت اللہ دہلوی زندگی کو پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر روف پاریکھ فرحت اللہ بیگ کے متعلق لکھتے ہیں:

> "اُنہوں نے اپنے عصری مسائل پر روشنی ڈالنے، خامیوں، بدذوقی اور بے ڈھنگے پن پر ہنسنے اور ہنسانے کے ساتھ ساتھ گزرے ہوئے عہد اور اشخاص اور بالخصوص مغلیہ سلطنت کے دور زوال کے ماحول کو ہمیشہ کے لیے اپنی تحریروں میں محفوظ کر لیا ہے" (۱۸)

ہر علاقے کے اپنے رسم و رواج ہوتے ہیں اپنی تہذیب ہوتی ہے، اپنی زبان، اپنا رہن سہن، اپنا مذہب جو عموماً ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ ممکن ہے جو چیز مسلمانوں کے لیے جو خوش بختی کی علامت ہو وہ کسی اور مذہب والوں کے لیے بد بختی کی علامت ہو جسے

چین میں چھوٹا پاؤں خوش بختی کی علامت سمجھا جاتا ہے، چپٹی ناک کی تعریف ہوتی ہے، مرہٹے بیوہ عورتوں کا سر منڈا دیتے تھے، ہندوؤں میں بیوہ عورتیں سفید سوٹ پہنتی ہیں جبکہ عیسائی سفید فراک شادی کے موقع پر زیب تن کرتے ہیں۔ راجپوتوں میں بیٹی کے پیدا ہوتے ہی مار دینے کی رسم تھی۔ انڈمان میں مرد عورتیں برہنہ پھرتے ہیں۔ راجھستان کے ایک گاؤں میں شادی سے پہلے مراسم رکھے جاتے ہیں اور اولاد ہونے کے بعد شادی کی جاتی ہے۔ ہر علاقے اور ہر ملک کی علیحدہ تہذیب و ثقافت ہوتی ہے۔ لکھنؤ اور دہلی ہی کو دیکھ لیں دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے دونوں کی تہذیب و ثقافت بہت مختلف ہے مختلف ادوار کے ادیب اپنی تحریروں میں اپنے عہد کو سمو دیتے ہیں۔ چارلس ڈکنس کی تحریروں میں ایک مخصوص دور کا لندن زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ سرور اور شرشار کے ہاں لکھنؤ کی جیتی جاگتی زندگی ہے، ڈپٹی نذیر اور فرحت اللہ بیگ کے ہاں مسلم گھرانوں کا تفصیلی حال اور دہلوی زندگی کی تہذیب و ثقافت موجود ہیں۔ دونوں کردار نگاری کے بادشاہ ہیں اور دہلوی کی طرز زیست اور ثقافت کے عکاس اور آئینہ دار ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ کفایت اُردو لغت، (کراچی: کفایت پبلشرز، ۲۰۰۹ء)، ص ۲۹۵

۲۔ فیروز اللغات، (لاہور: فیروز سنز لمیٹیڈ، ۲۰۱۱)، ص ۴۲۲

۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۵ء)، ص ۴۲

۴۔ کلثوم نواز، رجب علی بیگ سرور کا تہذیبی شعور، مقدمہ، ڈاکٹر عبادت بریلوی، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء) ص ۱۲

۵۔ انیس ناگی، نذیر احمد کی ناول نگاری ، (لاہور، کارواں پریس، ۱۹۸۱ء)، ص ۱۲۹

۶۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، (لاہور: مکتبہ عالیہ، 2010ء)، ص 152

۷۔ ڈپٹی نذیر احمد، مراۃ العروس، (لاہور: ٹیکنیکل پبلشرز، 2008/ء)، ص ۵

۸۔ ایضاً، ص 56

۹۔ ایضاً، ص 79

۱۰۔ ڈپٹی نذیر احمد، توبۃ النصوح، (لاہور: ٹیکنیکل پبلشرز، 2008ء)، ص 30

۱۱۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، اُردو نثر میں طنز و مزاح، (لاہور: انتخاب جدید پریس، 2004ء)، ص 195

۱۲۔ عبداللہ یوسف، انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، (لاہور: دوست ایسوسی ایٹس پرنٹرز، س،ن) ،ص ۲۹۰

۱۳۔ فرحت اللہ بیگ، مرزا، مجموعہ مضامین فرحت اللہ بیگ، جلد چہارم، دیباچہ، (کراچی: آکسفورڈیونیورسٹی پریس، ۲۰۱۱-۲۰۰۴)، ص 1

۱۴۔ فرحت اللہ بیگ، مرزا، مجموعہ مضامین فرحت اللہ بیگ، جلد اول (کل کا گھوڑا)، (کراچی: آکسفورڈیونیورسٹی پریس، ۲۰۱۱ء)، ص ۷۹

۱۵۔ فرحت اللہ بیگ ، مرزا، ،جلد دوم،(دام خیال)،(کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۱ء)ص ۸۹

۱۶۔ فرحت اللہ بیگ، مرزا، مجموعہ مضامین فرحت اللہ بیگ جلد سوم، (نئی دہلی)(کراچی :آکسفورڈیونیورسٹی پریس ۲۰۱۱ء)ص ۳۲

۱۷۔ رشید احمد صدیقی، طنزیات ومضحکات'، (نئی دہلی :مکتبہ جامعہ ،2011ء)،ص ۱۵۷

۱۸۔ رؤف احمد پاریکھ، ڈاکٹر، اُردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پس منظر (کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۹۷۔۱۹۹۶ء)، ص ۱۶۳